خطبہ جمعہ

خدا کی خاطر باہم محبت کرنے والوں کو جنت میں چمکدار ستاروں کی طرح دکھائی دینے والے بالاخانے عطا کئے جائیں گے

دلوں کو باندھنا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ جس خدا نے پہلے یہ کام کیا وہ اب بھی کر سکتا ہے

آپس میں اخوت اور محبت کو پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو

(آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت عزیز کے مختلف پہلوؤں کا تذکرہ اور ان آیات کریمہ کے اہم مضامین کی ضروری تشریحات)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۸/مارچ ۲۰۰۲ء بمطابق ۸/امان ۱۳۸۱ھجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

یہ جو صفت عزیز پر خطبات کا سلسلہ جاری ہے آج بھی صفت عزیز پر ہی یہ سلسلہ آگے بڑھے گا۔

﴿اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّ كُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ. وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَ لِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ. وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِاللّٰهِ . اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾(سورۃ الانفال: ۱۰۔۱۱)

اس کا ترجمہ یہ ہے: (یاد کرو) جب تم اپنے ربّ سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری التجا کو قبول کر لیا (اس وعدہ کے ساتھ) کہ میں ضرور ایک ہزار قطار در قطار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا۔ اور اللہ نے اُسے (تمہارے لئے) محض ایک بشارت بنایا تھا اور اس لئے کہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں جبکہ کوئی مدد نہیں (آتی) مگر اللہ ہی کی طرف سے۔ یقیناً اللہ کامل غلبہ والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔

اسلم ابو عمران التّجیبی بیان کرتے ہیں کہ ہم رومیوں کے ایک شہر میں تھے۔ انہوں نے ہمارے سامنے رومیوں کا ایک بھاری لشکر لا کھڑا کیا۔ اس کے بالمقابل مسلمانوں کی طرف سے بھی اتنا ہی یا اس سے کسی قدر بڑا لشکر نکلا۔ اہل مصر کی سپہ سالاری عُقبہ بن عامر کر رہا تھا اور (مسلمانوں کی) باقی جماعت کی سپہ سالاری فُضالہ بن عُبید کر رہے تھے۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے رومیوں کی صف پر جا حملہ کیا یہاں تک کہ ان کے اندر تک جا پہنچا۔ اس پر لوگ پکار اُٹھے سبحان اللہ یہ تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ اس پر ابو ایوب انصاریؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے لوگو! تم اس آیت ﴿...... لاَ تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ کے یہ کیا معنی کرتے ہو حالانکہ یہ آیت تو ہم انصار کے بارہ میں نازل ہوئی تھی۔ جب اسلام کو غلبہ و تقویت نصیب ہوئی اور اس کے بکثرت مددگار پیدا ہو گئے تو ہم میں سے بعض، آنحضرتؐ کے علم میں لائے بغیر، ایک دوسرے کو خفیہ رنگ میں، یہ کہنے لگے کہ ہمارے اموال تو ضائع ہو گئے۔ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے اور اس کے مددگار بہت ہو گئے ہیں۔ اس لئے اب اگر ہم اپنے اموال کی حفاظت میں لگے رہیں تو ان میں سے جو ضائع ہو گئے ہیں ان کو بچا سکتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ پر ہماری باتوں کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی تھی: ﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾. کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ پس التّھلکۃ یعنی ہلاکت سے مراد ہمارا اموال میں مشغول رہنا اور ان کی حفاظت میں لگے رہنا اور غزوات سے پہلو تہی کرنا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ خدا کی راہ میں جہاد کی حالت میں رہے یہاں تک کہ ارض روم میں ہی دفن ہوئے۔ (ترمذی کتاب التفسیر)

دوسری آیت سورۃ الانفال کی پچاسویں آیت ہے: ﴿اِذْ يَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ . وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾۔

(یاد کرو) جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے کہنے لگے کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے حالانکہ جو بھی اللہ پر توکل کرتا ہے تو اللہ یقیناً کامل غلبہ والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔ (سورۃ الانفال: ۵۰)

ابو عثمان النَّھدِی روایت کرتے ہیں کہ مَیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا جبکہ آپؓ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپؓ نے اپنے خطبہ میں فرمایا: مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے اس امّت کے بارے میں سب سے زیادہ خوف ہر ایسے منافق سے ہے جو زبان استعمال کرنے میں خوب مہارت رکھتا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل۔ مسند العشرۃ المشرین بالجفه)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کی مثال اس بکری کی طرح ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان پھرتی ہے۔ کبھی اس ریوڑ میں چلی جاتی ہے اور کبھی اس ریوڑ میں۔ اور تجھے کچھ پتہ نہیں چلتا کہ وہ کونسے ریوڑ سے تعلق رکھتی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل۔ مسند المکثرین من الصحابۃ)

حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن دینار سے مروی ہے کہ انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک بار ہم ایک غزوہ میں شامل تھے۔ سفیان کہتے ہیں کہ یہ غالباً غزوۂ بنی مصطلق تھا۔ اس دوران مہاجرین میں سے ایک شخص نے انصار میں سے کسی شخص کو کمر پر ضرب لگائی۔ مہاجر شخص نے آواز دی: اے مہاجرین! مدد کے لئے آؤ۔ اور انصاری نے آواز دی کہ اے انصار! مدد کے لئے آؤ۔

نبی کریم ﷺ نے سنا تو فرمایا: یہ کیا جاہلیت کی باتیں ہو رہی ہیں۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا کہ مہاجرین میں سے ایک شخص نے انصار کے ایک شخص کی پشت پر مارا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان باتوں کو چھوڑ دو، یہ شریعت میں ناپسندیدہ ہیں۔

اس بات کو عبداللہ بن سلول نے سنا تو کہنے لگا: کیا ان لوگوں نے واقعی ایسا کیا ہے؟ خدا کی قسم جب ہم مدینہ واپس لوٹیں گے تو سب سے معزز شخص سب سے ذلیل شخص کو ضرور مدینہ سے نکال دے گا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیں کہ مَیں اس منافق کی گردن مار دوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے۔

عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ ایک دوسرے صحابی سے مروی ہے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ نے اُس (یعنی اپنے باپ) سے کہا: خدا کی قسم! تم اُس وقت تک گھر نہیں لوٹ سکتے جب تک کہ یہ اقرار نہ کر لو کہ تم ذلیل ہو اور رسول اللہ ﷺ صاحب عزت ہیں۔

چنانچہ اُسے یہ اقرار کرنا پڑا۔(سنن ترمذی۔ کتاب التفسیر)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"نفاق ہمارے نزدیک سب گناہوں سے بڑا ہے اور ریاء سب کاموں سے زیادہ خطرناک ہے اور ظالموں اور مشرکوں کی صفات میں سے ہے۔"(نورالحق۔ روحانی خزائن جلد ۸۔صفحہ ۶۶)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:۔

"میں یقیناً جانتا ہوں کہ ریاکار اور خوشامدی منافق ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم نفاق کو دُور کرنے آئے ہیں"۔(ملفوظات جلد پنجم۔ صفحہ ۱۰۸ ۔جدید ایڈیشن)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یاد رکھو منافق وہی نہیں ہے جو ایفائے عہد نہیں کرتا یا زبان سے اخلاص ظاہر کرتا ہے مگر دل میں اس کے کفر ہے۔ بلکہ وہ بھی منافق ہے جس کی فطرت میں دورنگی ہے۔اگرچہ وہ اس کے اختیار میں نہ ہو۔ صحابہ کرامؓ کو اس دورنگی کا بہت خطرہ رہتا تھا۔ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ رو رہے تھے تو حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ کیوں روتے ہو؟ کہا کہ اس لئے روتا ہوں کہ مجھ میں نفاق کے آثار معلوم ہوتے ہیں۔جب مَیں پیغمبر ﷺ کے پاس ہوتا ہوں تو اس وقت دل نرم اور اس کی حالت بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے مگر جب اُن سے جُدا ہوتا ہوں تو وہ حالت نہیں رہتی۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ حالت تو میری بھی ہے۔ پھر دونوں آنحضرت ﷺ کے پاس گئے اور کُل ماجرا بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم منافق نہیں ہو۔انسان کے دل میں قبض اور بسط ہوا کرتی ہے۔جو حالت تمہاری میرے پاس ہوتی ہے اگر وہ ہمیشہ رہے تو فرشتے تم سے مصافحہ کریں۔

تو اب دیکھو کہ صحابہ کرامؓ اس نفاق اور دورنگی سے کس قدر ڈرتے تھے۔جب انسان جرأت اور دلیری سے زبان کھولتا ہے تو وہ بھی منافق ہوتا ہے۔ دین کی ہتک ہوتی سُنے اور وہاں کی مجلس نہ چھوڑے یا اُن کو جواب نہ دے تب بھی منافق ہوتا ہے۔اگر مومن کی سی غیرت اور استقامت نہ ہو تب بھی منافق ہوتا ہے جب تک انسان ہر حال میں خدا کو یاد نہ کرے تب تک نفاق سے خالی نہ ہوگا اور یہ حالت تم کو بذریعہ دعا حاصل ہوگی۔ ہمیشہ دعا کرو کہ خدا تعالیٰ اس سے بچاوے۔ جو انسان داخل سلسلہ ہوکر پھر بھی دورنگی اختیار کرتا ہے تو وہ اس سلسلہ سے دُور رہتا ہے۔اس لئے خدا تعالیٰ نے منافقوں کی جگہ اسفل السافلین رکھی ہے کیونکہ ان میں دورنگی ہوتی ہے اور کافروں میں یکرنگی ہوتی ہے۔"(ملفوظات جلد سوم۔ صفحہ ۴۵۵،۴۵۶۔ جدید ایڈیشن)

سورۃ الانفال کی آیت ۶۴:﴿وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ .لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ .اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾(سورۃ الانفال:۶۴)

اور اس نے ان کے دلوں کو آپس میں باندھ دیا۔اگر تُو وہ سب کچھ خرچ کر دیتا جو زمین میں ہے تب بھی تُو ان کے دلوں کو آپس میں باندھ نہیں سکتا تھا۔ لیکن یہ اللہ ہی ہے جس نے ان (کے دلوں) کو باہم باندھا۔وہ یقیناً کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً خدا تعالیٰ کی خاطر باہم محبت کرنے والوں کو جنت میں ملنے والے بالاخانے اس نہایت چمکدار ستارے کی طرح دکھائی دیں گے جو مشرق سے طلوع ہوتا ہے۔یا شاید آپؐ نے فرمایا کہ مغرب سے طلوع ہوتا ہے۔ کہا جائے گا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جواباً کہا جائے گا: یہ اللہ عزوجل کی خاطر باہم محبت کرنے والے ہیں۔(مسند احمد بن حنبل۔ باقی مسند المکثرین)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں:۔"یاد رکھو کہ الٰہی فضل کی بہت قسمیں ہیں،اکیلے پر وہ فضل نہیں ہوتا جو کہ دو کے ملنے پر ہوتا ہے۔اس کی ایک مثال دنیا میں موجود ہے کہ اگر مرد اور عورت الگ الگ ہوں اور وہ اس فضل کو حاصل کرنا چاہیں جو کہ اولاد کے رنگ میں ہوتا ہے تو وہ حاصل نہیں ہو سکتا جب تک دونوں نہ ملیں اور ان تمام آداب کو بجا نہ لاویں جو کہ حصولِ اولاد کے لئے ضروری ہیں۔اسی طرح ایک بھاری جماعت پر جو فضلِ الٰہی ہوتا ہے، وہ چند آدمیوں کی جماعت پر نہیں ہو سکتا۔ ایک گھر کی آسودگی اور آرام کا فضل اگر کوئی حاصل کرنا چاہے تو جب ہی ہوگا کہ اُسے مامائیں، خدمت گار اور سونے، پینے، کھانے، نہانے وغیرہ کے الگ الگ کمرہ اور ہر ایک کا الگ الگ اسباب مہیا ہونے کی مقدرت ہو۔ایسے ہی اگر ترقی کرتے جاؤ تو بادشاہت اور سلطنت کے فضل کا اندازہ کرسکتے ہو۔اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب تک تم لوگوں میں باوجود اختلاف کے ایک عام وحدت نہ ہوگی اور ہر ایک تم میں سے دوسرے کو فائدہ پہنچانے کی کوشش میں نہ لگا رہے گا تو تم خدا کے اس فضل عظیم کو حاصل نہ کرسکو گے جو ایک بھاری مجمع پر ہوتا ہے۔وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ۔ لَوْاَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔وحدت کی رُوح کو جو کہ صحابہ کرامؓ میں پھونکی گئی تھی اس کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے تعبیر کیا ہے۔اس وحدت کے پیدا ہونے کے لئے چاہئے کہ آپس میں صبر اور تحمل اور برداشت ہو۔اگر یہ نہ ہوگا اور ذرا ذرا سی بات پر رُوٹھو گے تو اس کا نتیجہ آپس کی پھوٹ ہوگا۔"

(الحکم۔ ۱۷/جنوری ۱۹۰۵ء۔ صفحہ ۱۰)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید بیان فرماتے ہیں:۔

"دیکھو دو کو ایک کرنا سخت سے سخت مشکل کام ہے تو پھر ہزاروں کا ایک راہ پر جمع کرنا اور ان میں وحدت اور اُلفت کا پیدا کر دینا خدا کے فضل کے سوا کہاں ممکن ہے۔دیکھو تم خدا کے فضل سے بھائی بھائی ہوگئے۔اس نعمت کی قدر کرو اور اس کی حقیقت پہچانو اور اخلاص اور اثبات کو اپنا شیوہ بناؤ۔"

(الحکم۔ ۱۴/جون ۱۹۰۸ء۔ صفحہ ۸)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"یاد رکھو! تالیف ایک اعجاز ہے۔یاد رکھو! جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے، وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔وہ مصیبت اور بلا میں ہے، اُس کا انجام اچھا نہیں، مَیں ایک کتاب بنانے والا ہوں۔اس میں ایسے تمام لوگ الگ کر دیئے جائیں گے جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پاسکتے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ کسی بازیگر نے دس گز کی چھلانگ ماری ہے، دوسرا اُس پر بحث کرنے بیٹھتا ہے اور اس طرح پر کینہ کا وجود پیدا ہو جاتا ہے۔یاد رکھو! بُغض کا جدا ہونا مہدیؑ کی علامت ہے اور کیا وہ علامت پوری نہ ہوگی۔ وہ ضرور ہوگی۔ تم کیوں صبر نہیں کرتے۔ جیسے طبّی مسئلہ ہے کہ جب تک بعض امراض میں قلع قمع نہ کیا جاوے، مرض دفع نہیں ہوتا۔ میرے وجود سے انشاء اللہ ایک صالح جماعت پیدا ہوگی۔ باہمی عداوت کا سبب کیا ہے: بخل ہے، رعونت ہے، خود پسندی ہے اور جذبات ہیں۔ مَیں نے بتلایا ہے کہ مَیں عنقریب ایک کتاب لکھوں گا اور ایسے تمام لوگوں کو جماعت سے الگ کر دوں گا جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پاسکتے اور باہم محبت اور اخوت سے نہیں رہ سکتے۔ جو ایسے ہیں، وہ یاد رکھیں کہ وہ چند روزہ مہمان ہیں جب تک عمدہ نمونہ نہ دکھائیں۔"(ملفوظات جلد اوّل۔ صفحہ ۳۳۶)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسی کتاب تو کوئی نہیں لکھی جس میں نام بنام لوگوں کا ذکر ہو کہ یہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ مگر کشتی نوح میں جو تعلیم دی ہے وہ ایسی سخت ہے کہ ہر شخص جو سنتا ہے یہی سمجھتا ہے کہ مَیں بھی جماعت میں سے نہیں ہوں۔ کیونکہ وہ تعلیم

کا انتہائی اعلیٰ معیار ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"ہمارے ہادی اکمل ﷺ کے صحابہؓ نے اپنے خدا اور رسول کے لئے کیا کیا جان نثاریاں کیں۔ جلاوطن ہوئے، ظلم اٹھائے، طرح طرح کے مصائب اٹھائے، جانیں دے دیں لیکن صدق ووفا کے ساتھ قدم مارتے ہی گئے۔ پس وہ کیا بات تھی کہ جس نے انہیں ایسا جان نثار بنادیا۔ وہ سچی الٰہی محبت کا جوش تھا جس کی شعاع اُن کے دل میں پڑچکی تھی۔ سو خواہ کسی نبی کے ساتھ مقابلہ کرلیا جاوے، آپ ﷺ کی تعلیم، تزکیہ نفس، پیرووں کو دنیا سے متنفر کرا دینا، شجاعت کے ساتھ صداقت کے لئے خون بہادینا، اس کی نظیر کہیں نہ مل سکے گی۔ سو یہ مقام حضرت (ﷺ) کے صحابہؓ کا ہے اور اُن میں جو آپس میں تالیف و محبت تھی اس کا نقشہ دو فقروں میں بیان کیا ہے: وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ . لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ یعنی جو تالیف ان میں ہے، وہ ہرگز پیدا نہ ہوتی خواہ سونے کا پہاڑ بھی دیا جاتا۔" (رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء۔ صفحہ ۵۴۔۵۵)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:۔

"کیا کوئی اس قوم کی نسبت خیال کرسکتا تھا کہ یہ قوم باہم متحد ہوگی اور خدا تعالیٰ سے ایسا قوی تعلق پیدا کریں گے کہ باوجودیکہ یہ فرعون سیرت ہیں لیکن اس کی اطاعت میں ایسے محو اور فنا ہوں گے کہ جان عزیز کو بھی اس کی راہ میں دیدیں گے۔ غور کرو کہ کیا یہ آسان امر تھا۔ آنحضرت ﷺ کی یہ عظیم الشان کامیابی ہے۔ ایک ایسی قوم میں ایسی محبت الٰہی کا پیدا کردینا کہ وہ مرنے کو تیار ہوجائیں، خود آپ کی اعلیٰ درجہ کی قوت قدسی کو ظاہر کرتا ہے۔"

(الحکم جلد ۹۔ نمبر ۲۹۔ بتاریخ ۱۷/اگست ۱۹۰۵ء۔ صفحہ ۳)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"ہماری کوششیں تو بچوں کا کھیل ہیں۔ نہ لوگوں کے دلوں سے ہم وہ گند نکال سکتے ہیں جو آج کل دنیا بھر میں پھیلا ہوا ہے۔ نہ کمال محبتِ الٰہی کا اُن کے اندر بھر سکتے ہیں۔ نہ ان کے درمیان باہمی کمال الفت پیدا کرسکتے ہیں جس سے وہ سب مثل ایک وجود کے ہوجائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں صحابہ (رضوان اللہ علیہم) کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور نبی کریم ﷺ کو مخاطب کیا ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾۔ وہ خدا جس نے اپنی نصرت سے اور مومنوں سے تیری تائید کی اور اُن کے دلوں میں ایسی اُلفت ڈالی کہ اگر تُو ساری زمین کے ذخیرے خرچ کرتا تو بھی ایسی اُلفت پیدا نہ کرسکتا۔ لیکن خدا نے ان میں یہ الفت پیدا کردی۔ وہ غالب اور حکمتوں والا خدا ہے۔ جس خدا نے پہلے یہ کام کیا وہ اب بھی کرسکتا ہے۔ آئندہ بھی اسی پر توکل ہے۔ جو کام ہونے والا ہوتا ہے، اس میں خدا کے فضل کی رُوح پھونکی جاتی ہے جیسا کہ باغبان اپنے باغ کی آبپاشی کرتا ہے تو وہ تروتازہ ہوتا ہے۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ اپنے مرسلین کے سلسلہ کو ترقی اور تازگی عطا فرماتا ہے جو فرقے صرف اپنی تدبیر سے بنتے ہیں ان کے درمیان چند روز میں ہی تفرقے پیدا ہوجاتے ہیں جیسا کہ برہمو تھوڑے دن تک ترقی کرتے کرتے آخر رُک گئے اور دن بدن نابود ہوتے جاتے ہیں کیونکہ اُن کی بنا صرف انسانی خیال پر ہے۔"

(بدر جلد ۱۔ نمبر ۲۰۔ بتاریخ ۱۷/اگست ۱۹۰۵ء۔ صفحہ ۲)

اب سورۃ الانفال کی ۶۸ویں آیت: ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ . تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا . وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ . وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ (سورۃ الانفال: ۶۸)

کسی نبی کے لئے جائز نہیں کہ زمین میں خونریز جنگ کئے بغیر قیدی بنائے۔ تم دنیا کی متاع چاہتے ہو جبکہ اللہ آخرت پسند کرتا ہے اور اللہ کامل غلبہ والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ نے (صحابہؓ سے) فرمایا: تمہارا اِن (کافر) قیدیوں کے بارہ میں کیا خیال ہے؟ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ لوگ آپ کی قوم ہیں اور آپؐ کے قریبی ہیں، انہیں زندہ رہنے دیں اور ان سے نرمی کا سلوک فرماویں، شاید اللہ تعالیٰ ان پر توبہ قبول فرماتے ہوئے رجوع فرمائے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ان لوگوں نے آپؐ کو گھربار سے نکالا اور آپؐ کی تکذیب کی، ان کی گردنیں اُڑادیں۔ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے عرض کی: یارسول اللہ! کوئی ایسی وادی تلاش کریں جس میں بہت سا ایندھن ہو، پھر انہیں اس وادی میں ڈال کر جلاڈالیں۔ اس پر عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تم نے قطع رحمی سے کام لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ (یہ مشورے سننے کے بعد) اپنے گھر تشریف لے گئے اور کچھ جواب نہ دیا۔ اس پر بعض لوگوں نے کہا کہ آپؐ ابو بکرؓ کی رائے پر عمل فرماویں گے۔ بعض نے کہا کہ عمرؓ کی رائے پر عمل فرماویں گے۔ بعض نے کہا کہ آپؐ عبداللہ بن رواحہؓ کی رائے پر عمل فرماویں گے۔ بعدازاں رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے دل اپنی راہ میں اتنے نرم فرمادیتا ہے کہ وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہوجاتے ہیں جبکہ بعض لوگوں کے دل اپنی راہ میں اتنے سخت فرمادیتا ہے کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوجاتے ہیں۔ اے ابو بکر! تیری مثال ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہے جنہوں نے کہا: ﴿مَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَ مَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾۔ نیز تیری مثال عیسیٰؑ کی طرح ہے جنہوں نے کہا: ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾۔ اور اے عمر! تیری مثال نوحؑ کی طرح ہے جس نے کہا: رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا۔ نیز تیری مثال موسیٰؑ کی طرح ہے جس نے کہا رَبِّ ﴿وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾۔ (اس کے بعد آنحضور ﷺ نے فرمایا) چونکہ تم اس وقت ضرورتمند ہو اس لئے ان میں سے کوئی قیدی بھی ایسا نہ بچے جو یا تو فدیہ ادا کرکے رہا ہو یا اس کی گردن ماری جائے۔ عبداللہ کہتے ہیں اس پر مَیں نے عرض کیا: سوائے سہیل بن بیضاء کے، کیونکہ مَیں نے اُسے اسلام (لانے) کی باتیں کرتے ہوئے سنا ہے۔ اس پر آپؐ (کچھ دیر) خاموش رہے۔ اس وقت مجھ پر اس قدر خوف طاری ہوا کہ مَیں زندگی بھر اتنا خوفزدہ کبھی نہ ہوا تھا۔ مَیں ڈرا کہ کہیں آسمان سے مجھ پر پتھر نہ برسنے شروع ہوجائیں۔ (اسی اثناء میں) آپؐ نے فرمایا: ٹھیک ہے، سوائے سہیل بن بیضاء کے۔ راوی کہتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اور اس کے بعد کی آیات نازل فرمائیں: ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ . تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾۔

(مسند احمد بن حنبل۔ مسند المکثرین من الصحابہ)

سورۃ التوبہ کی آیت ۷۱: ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ . يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ . اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ . اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ (سورۃ التوبہ: ۷۱)

مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا۔ یقیناً اللہ کامل غلبہ والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومنوں کی مثال ایک ایسی عمارت کی سی ہے جس کے بعض حصے بعض دوسرے حصوں کو مضبوط کرتے ہیں۔

(مسلم۔ کتاب البرّ والصلۃ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تمہیں (خدا کی) مدد و نصرت ملے گی اور تم اپنے ہدف کو پالو گے اور تمہیں فتوحات نصیب ہوں گی۔ پس تم میں سے جو بھی وہ زمانہ پائے تو چاہئے کہ وہ تقویٰ اختیار کرے اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ اور جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا تو اُس نے آگ میں اپنی جگہ بنالی۔ (ترمذی۔ کتاب الفتن)

نبی اکرم ﷺ کی حرم محترم حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نیکی کی باتوں کا حکم دینے اور برائی سے روکنے اور خدا تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ ابن آدم کا باقی سب کلام اُس کے خلاف ہی جائے گا، اُس کے حق میں نہیں۔

(سنن ابن ماجہ۔ کتاب الفتن)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"آپس میں اخوت اور محبت کو پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔ ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے کنارہ کش ہوجاؤ کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دُور کرکے کہیں کا کہیں پہنچادیتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ............ تم یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں تم اپنے تئیں لگاؤ گے اور اس کے دین کی حمایت میں ساعی ہوجاؤ گے تو خدا تمام رکاوٹوں کو دُور کردے گا اور تم کامیاب ہوجاؤ گے۔...... چاہئے کہ تم خدا کے عزیزوں میں شامل ہوجاؤ تا کہ کسی وباء کو یا آفت کو تم پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہوسکے، کیونکہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر زمین

پر ہو نہیں سکتی۔ ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان میں سے اُٹھادو کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنیٰ باتوں سے اعراض کر کے اہم اور عظیم الشان کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔"

(ملفوظات۔ جلد اوّل۔ صفحہ ۱۷۴۔ ۱۷۵)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"﴿يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران:۱۱۵) مومنوں کی شان ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے سے پہلے ضروری ہوتا ہے کہ انسان اپنی عملی حالت سے ثابت کر دکھائے کہ وہ اس قوّت کو اپنے اندر رکھتا ہے کیونکہ اس سے پیشتر کہ وہ دوسروں پر اپنا اثر ڈالے اُس کو اپنی حالت اثر انداز بھی تو بنانی ضروری ہے۔ پس یاد رکھو کہ زبان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کبھی مت روکو۔ ہاں محل اور موقع کی شناخت بھی ضروری ہے اور انداز بیان ایسا ہونا چاہئے جو نرم ہو اور سلاست اپنے اندر رکھتا ہو۔" (ملفوظات جلد اوّل۔ صفحہ ۲۸۱)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"میری نصیحت یہی ہے کہ دو باتوں کو یاد رکھو۔ ایک خداتعالیٰ سے ڈرو۔ دوسرے اپنے بھائیوں سے ایسی ہمدردی کرو جیسی اپنے نفس سے کرتے ہو۔ اگر کسی سے کوئی قصور اور غلطی سرزد ہو جاوے تو اسے معاف کرنا چاہئے نہ یہ کہ اس پر زیادہ زور دیا جاوے اور کینہ کشی کی عادت بنالی جاوے"۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۶۹ طبع جدید)

پھر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"جو بدی کا بدی کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اپنے تیئں شریر کے حملہ سے بچاؤ مگر خود شریرانہ مقابلہ مت کرو۔ جو شخص ایک شخص کو اس غرض سے تلخ دوا دیتا ہے کہ تا وہ اچھا ہو جائے وہ اس سے نیکی کرتا ہے ایسے آدمی کی نسبت ہم نہیں کہتے کہ اُس نے بدی کا بدی سے مقابلہ کیا۔ ہر ایک نیکی اور بدی نیت سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ پس چاہئے کہ تمہاری نیت کبھی ناپاک نہ ہو تا تم فرشتوں کی طرح ہو جاؤ۔" (روحانی خزائن۔ جلد ۱۶۔ خطبہ الہامیہ۔ صفحہ ۲۹)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:-

"ہمارا فرض ہے کہ صفائے سینہ اور نیک نیتی کے ساتھ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں اور دین و دنیا کی مشکلات میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں اور ایسی ہمدردی کریں کہ گویا ایک دوسرے کے اعضاء بن جائیں۔........ وہ دین دین نہیں ہے جس میں عام ہمدردی کی تعلیم نہ ہو اور نہ وہ انسان انسان ہے جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو۔........ اخلاق ربانی ہمیں سبق دیتے ہیں کہ ہم بھی اپنے بنی نوع انسانوں سے مروّت اور سلوک کے ساتھ پیش آویں اور تنگ دل اور تنگ ظرف نہ بنیں۔........ جب سے یہ دنیا پیدا ہوئی ہے تمام ملکوں کے راستباز یہ گواہی دیتے آئے ہیں کہ خدا کے اخلاق کا پیرو ہونا انسانی بقا کے لئے ایک آب حیات ہے اور انسانوں کی جسمانی اور روحانی زندگی اسی امر سے وابستہ ہے کہ وہ خدا کے تمام مقدس اخلاق کی پیروی کرے جو سلامتی کا چشمہ ہیں۔"

(پیغام صلح۔ روحانی خزائن۔ جلد ۲۳۔ صفحہ ۴۳۹۔ ۴۴۰)

اب سورۃ ابراہیم کی آیت ۲: ﴿الٓرٰ. كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ. بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ (سورۃ ابراھیم :۲)

أَنَا اللّٰهُ أَرَىٰ: میں اللہ ہوں۔ میں دیکھتا ہوں۔ یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے تیری طرف اتاری ہے تاکہ تو لوگوں کو ان کے ربّ کے حکم سے اندھیروں سے نور کی طرف نکالتے ہوئے اس راستہ پر ڈال دے جو کامل غلبہ والے (اور) صاحبِ حمد کا راستہ ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"یہ عالی شان کتاب ہم نے تجھ پر نازل کی تاکہ تُو لوگوں کو ہر یک قسم کی تاریکی سے نکال کر نُور میں داخل کرے۔ یہ اِس طرف اشارہ ہے کہ جس قدر انسان کے نفس میں طرح طرح کے وساوس گزرتے ہیں اور شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں، اُن سب کو قرآن شریف دُور کرتا ہے اور ہر یک طور کے خیالاتِ فاسدہ کو مٹاتا ہے اور معرفتِ کامل کا نُور بخشتا ہے یعنی جو کچھ خدا کی طرف رجوع ہونے اور اُس پر یقین لانے کے لئے معارف و حقائق درکار ہیں، سب عطا فرماتا ہے۔"

(براہین احمدیہ۔ حصہ سوم۔ صفحہ ۲۰۵۔ حاشیہ نمبر ۱۱۔ طبع اوّل)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں:-

"یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو ظلمات سے نور کی طرف نکالنے والا فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت انسان پر ایسا گزرتا ہے کہ اس کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا وعظ موجب بنتا ہے ظلمات سے نکال کر نُور کی طرف لے جانے کا۔ مگر ایک اَور جگہ پر فرمایا ہے۔ ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ (البقرۃ:۲۵۸)"۔ یہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی معرفت کی بات فرمائی ہے کہ ایک جگہ تو نبی اکرم ﷺ کے متعلق فرمایا کہ وہ ظلمات سے نور کی طرف لے کر آتا ہے۔ دوسری طرف اللہ خود اپنے طور پر فرماتا ہے کہ ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ ان کا ولی ہے۔ ﴿يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ "گویا وہی نسبت جو پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی طرف فرمائی۔ پھر اللہ نے وہی کام اپنی طرف منسوب فرمایا۔ یہ بات قابلِ غور ہے۔ حضرت جبرائیل، نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمت میں لوگوں کو دین سکھانے کے لئے آئے اور پہلا سوال یہی کیا کہ يَامُحَمَّدُ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ۔ اسلام نام ہے فرمانبرداری کا۔ سارے جہان کو تو موقعہ نہیں کہ اللہ کی باتیں سنے۔ اس لئے پہلے نبی سنتا ہے، پھر اَوروں کو سناتا ہے۔ سو پہلا مرتبہ یہی ہے کہ نبی کی صحبت میں رہے۔ اور اس سے فرمانبرداری کی راہیں سنے اور سیکھے .... نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے پاس لوگ آتے تو آپؐ کی باتیں سنتے اور آہستہ آہستہ وہی باتیں دل کے اندر گڑ جاتیں اور اس طرح پر ان کو اسلام سے ایمان کا رُتبہ ملتا اور وہ کئی ظلمات سے نکل کر نُور میں آجاتے۔ پہلی ظلمت تو کفّار کی مجلس تھی جس کو چھوڑ کر حضورِ نبویؐ میں آتے۔ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم۔"

(حقائق الفرقان۔ جلد ۲۔ صفحہ ۴۳۱۔ ۴۳۲)